پروفیسر محمد یاسین ظفر
پرنسپل جامعہ سلفیہ

نمونۂ سلف مولانا عطاء اللہ طارق رحمۃ اللہ علیہ

یوں تو ہر شخص میں کچھ نہ کچھ انفرادیت ہوتی ہے، جس کی وجہ سے وہ اپنے احباب اور حلقے میں محبوب اور ہردلعزیز ہوتا ہے اور لوگ نہ صرف اس کی عزت کرتے ہیں بلکہ اس کی بات کو حرف آخر سمجھتے ہیں۔ ان شخصیات میں ایک باکردار عالم دین مولانا عطاء اللہ طارق بھی تھے۔ جن کی وفات حسرت آیات بتاریخ ۱۹ اکتوبر بروز جمعۃ المبارک گگومنڈی ضلع وہاڑی میں ہوئی۔

مولانا عطاء اللہ طارق میں لاتعداد خوبیاں تھیں، آپ بے حد مخلص، راسخ العقیدہ، کتاب وسنت پر کاربند، سلف صالحین کا نمونہ، ہمدرد، نرم خو، ملنسار، قناعت پسند، سادگی کے پیکر، اعلیٰ اخلاق کے حامل، عالم باعمل تھے۔ پوری زندگی ادعو إلی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة کی عملی تصویر تھے۔ صاحب بصیرت تھے اور نہایت مثبت اور محتاط گفتگو کے عادی تھے۔ حق گو تھے، دینی حمیت اور غیرت کا برملا اظہار کرتے تھے، صابر وشاکر تھے۔

مولانا مرحوم نے جامعہ محمدیہ اوکاڑہ سے فراغت پائی اور مولانا معین الدین لکھوی کے حکم پر گگومنڈی جامع مسجد قدس میں اپنی عملی زندگی کا آغاز کیا۔ اس قدر استقامت اور ثابت قدمی کے ساتھ کام کیا کہ چالیس سال ایک ہی جگہ خدمت سرانجام دی اور اسی جگہ سے جنازہ اُٹھا۔ جس دور میں آپ نے کام کا آغاز کیا، وہ بہت ہی مشکل وقت تھا۔ پاکپتن سے لے کر ملتان تک چند ایک مقام کے علاوہ کسی جگہ توحید و رسالت کی دعوت دینے والا کوئی نہ تھا۔ آپ نے بڑی دانائی اور حکمت سے دعوت پیش کی اور اسلام کی حقانیت سے لوگوں کو آگاہ کیا۔ دھیرے دھیرے آپ نے لوگوں کی توجہ حاصل کی، قرب وجوار سے لاتعداد لوگ آپ کا خطبہ جمعہ سننے کے لیے حاضر ہوتے۔ آپ کی سادہ مگر پُر تاثیر گفتگو دِلوں پر اثر کر جاتی اور شوق

مزید بڑھ جاتا۔لوگ ایک دوسرے کو دعوت دے کر لاتے۔اس طرح یہ حلقہ بڑھتا چلا جاتا۔توحید و رسالت کی حقیقت سے آگاہی حاصل کرنے کے بعد کتاب و سنت کی اتباع' صحابہ کرام کی عظمت' آئمہ اور اولیاء کرام کے مقام و مرتبے کی صحیح پہچان ہو جاتی۔لوگ اس قدر متاثر ہوئے کہ پھر آپ کے بیان دیہاتوں میں ہونے لگے۔خصوصی دعوت پر آپ قرب و جوار کے علاقوں میں جاتے اور وعظ فرماتے۔آپ کی گفتگو بڑی توجہ سے سنی جاتی۔

سب سے پہلے میں نے ۱۹۷۱ء میں آپ کو دیکھا۔اس وقت آپ جوان تھے اور ابھی شادی نہیں ہوئی تھی۔نماز جمعہ کے بعد آپ سے ملا۔میرے ہمراہ میرے بڑے بھائی محمد صدیق چودھری تھے۔انہوں نے تعارف کروایا کہ یہ میرے بھائی ہیں اور فیصل آباد مدرسہ دارالقرآن میں پڑھتے ہیں۔بڑی خوشی کا اظہار کیا اور دعائیں دیں۔محنت سے پڑھنے کی تلقین کی۔اس کے بعد مسلسل رابطہ رہا۔جب کبھی گاؤں گیا' آپ کو ملنے ضرور جاتا۔آپ کا حلقہ احباب بہت وسیع تھا۔تمام مکاتب فکر کے لوگ اور خواص آپ کو قدر کی نظر سے دیکھتے تھے اور بے حد احترام کرتے تھے۔کوئی بھی اجتماعی مسئلہ ہوتا' قومی یکجہتی کا اظہار ہوتا' آپ ہراول دستے میں نظر آتے۔

مدینہ یونیورسٹی میں داخلے کے بعد یہ ملاقات سال بعد ہوتی۔گھنٹوں مجلس ہوتی' سال بھر کے مسائل' معاملات' سیاسی حالات پر خوب گفتگو ہوتی۔بڑی بے تکلفی سے اپنی رائے کا اظہار فرماتے تھے۔مرکزی جمعیت اہل حدیث کے ساتھ گہرا تعلق تھا۔خصوصاً آپ مولانا معین الدین لکھوی حفظہ اللہ تعالیٰ کے گرویدا تھے اور انہیں اپنا روحانی پیشوا مانتے تھے۔میاں فضل حق کے ساتھ بھی آپ کو دلی محبت تھی۔اکثر ان کا تذکرہ کرتے۔ان کی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کرتے تھے۔جامع مسجد قدس کی انتظامیہ ہی گگومنڈی کی جماعت تھی۔جن میں پیش پیش ڈاکٹر محمد اسماعیل مرحوم' حاجی محمد اسحاق تھے۔ان کے تمام رفقاء مولانا عطاء اللہ طارق کی دل و جان سے قدر کرتے تھے۔مولانا کے اخلاص' للّٰہیت اور ایثار و قربانی کے معترف تھے۔اب بھی ڈاکٹر محمد مصطفےٰ' حاجی عبداللطیف' چودھری محمد یونس' چودھری عبدالرشید' حاجی محمد اقبال مسجد کی تعمیر و ترقی میں نمایاں کردار ادا کر رہے ہیں۔

مولانا عطاء اللہ طارق بڑے مہربان اور مشفق تھے۔ہمیشہ ناصحانہ گفتگو کرتے۔مدینہ یونیورسٹی سے فراغت کے بعد جب جامعہ سلفیہ میں تدریسی کام کا آغاز کیا تو بڑے خوش ہوئے اور فرمانے لگے کہ محنت'

لگن اور اخلاص سے کام کرو۔ اللہ تعالیٰ اس میں خیر و برکت پیدا کرے گا۔ میری جامعہ کے ساتھ گہری وابستگی پر اطمینان کا اظہار فرماتے۔ مگر ساتھ ہی شکوہ بھی کرتے کہ علاقے کو آپ لوگوں کی ضرورت ہے، لیکن آپ نے کبھی توجہ نہیں دی۔ خصوصاً حافظ محمد سعید کا بھی گلا کرتے، جن کا تعلق گگومنڈی سے ہے اور وہ لاہور منتقل ہو گئے ہیں اور گاہے بگاہے ہی گگو آتے ہیں۔ اسی طرح رمضان المبارک کے آخری روز ظہر کے بعد ان سے ملاقات ہوئی اور تقریباً ایک گھنٹہ مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی۔ آخر میں بڑی دردمندی سے یہ شکوہ کیا کہ آپ نے نہ تو خود یہاں توجہ دی اور نہ ہی حافظ محمد سعید اطہر صاحب یہاں آئے، بلکہ مولانا زبیر احمد ظہیر کو بھی خوشاب بھیج دیا۔ فرمانے لگے میں نے جو ادارہ قائم کیا ہے، اس کی آبیاری کرنا آپ کا بھی فرض ہے۔ مولانا نے گذشتہ چند سالوں سے ایک مثالی تعلیمی ادارہ گگو کے قریب ہی تعمیر کیا ہے۔ جس میں ایک شاندار جامع مسجد برادرم ریاض احمد خاں آف شارجہ کے تعاون سے مکمل ہوئی ہے۔ باقی ادارے میں حفظ کے علاوہ ترجمہ قرآن اور ابتدائی کلاس کا آغاز کیا گیا تھا۔ مولانا روزانہ صبح شام تشریف لے جاتے اور عصر تک وہاں خدمت سرانجام دیتے تھے۔ سارا کام لوجہ اللہ کر رہے تھے۔

مولانا مرحوم لکھوی اور روپڑی خاندان سے بے حد متاثر تھے۔ بلکہ انہوں نے اپنی تعلیمی و تربیتی مراحل ان کے ہاں مکمل کیے۔ مناظر اسلام مولانا عبدالقادر روپڑی مرحوم کے خصوصی مداح تھے۔ اکثر ان کے پروگرام ترتیب دیتے اور جب لاہور تشریف لاتے تو ان کے ادارے جامعہ اہل حدیث چوک دالگراں میں حاضر ہوتے۔ ان کی صحبت اختیار کرتے اور ان کا تذکرہ نہایت ادب و احترام کے ساتھ کرتے تھے۔ آپ کی وفات پر روپڑی خاندان کے چشم و چراغ مولانا عبدالوہاب روپڑی اور مولانا عبدالغفار روپڑی بنفس نفیس موجود تھے۔ اسی طرح لکھوی خاندان کے ساتھ بھی مولانا بڑا پیار کرتے تھے۔ آپ کی شادی اوکاڑہ میں ہوئی تھی۔ اکثر آنا جانا رہتا تھا۔ لہٰذا مولانا معین الدین لکھوی صاحب کو ملے بغیر واپس نہ جاتے تھے۔ مولانا لکھوی صاحب اپنی علالت کے باعث جنازہ میں شریک نہ ہو سکے، لیکن ان کے صاحبزادے مولانا حمود لکھوی اور ڈاکٹر ضیغم صاحب موجود تھے۔

مولانا عطاء اللہ طارق بہت منفرد شخصیت کے مالک تھے۔ لالچ، طمع، حرص نام کی کوئی چیز آپ میں نہیں تھی۔ انتہائی خوددار اور قناعت کی دولت سے مالا مال تھے۔ بہت باوقار زندگی گزاری۔ عیال دار تھے۔ آپ کے گیارہ بیٹے بیٹیاں ہیں۔ جن کی کفالت کرتے تھے۔ بڑے بیٹے کو حکمت کی تعلیم دلائی اور اپنی مسند پر بٹھا دیا۔ اکثر بچے حافظ قرآن ہیں۔